مریم جمیلہ بطور نقاد تہذیب مغرب

*ضیاء الرحمٰن

**روبینہ مجید

Abstract

Maryam Jameela belonged to well-known American Scholar family. She was brought up in American society and studied the American civilization keenly. The unnatural Western Civilization was a prominent one amongst the reasons which attracted her towards Islam. She embraced the light of Islam at the age of 27 and her love for Islam compelled her to migrate from her motherland America to Pakistan. She composed a number of books on Islamic topics and these books played a vital role in spreading the introduction and calling of Islam in America and Europe. Her comfort and specialized zone of study has been the study of Civilization. She keenly observed the fundamentals of western civilization as she has spent the initial 28 years of her life in the western civilization. And in the light of Islamic principals, she conducted a strong scholarly criticism on western civilization. Maryam's criticism on western civilization is of special importance as she had studied both (Muslim, Western) the civilizations thoroughly. In this article has been discussed.

Keywords: *Maryam Jamila, Western Civilization, scholarly criticism, America*

مریم کا پیدائشی نام مارگریٹ مارکوس تھا ،وہ امریکی ریاست نیو یارک کے خوشحال اور سرسبز شہرNew Rochelle نیوروشیلا میں پیدا ہوئیں۔مریم اپنی پیدائش کے ساتھ ساتھ امریکن تہذیب وثقافت پر بھی تنقید کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ:

*لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور

**ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور

''گریٹڈ یپریشن (امریکہ کی تاریخ میں معاشی ابتری کا دور) کے باعث میرے والدین دوسرے بچے کی پیدائش کوملتوی کرتے رہےاس وقت کے برے معاشی حالات کے باوجود 23 مئی 1934ءکومیری پیدائش ہوئی۔''(1)

مریم جمیلہ نے ابتدائی تعلیم اصلاح پسند یہودیوں کی ایک تنظیم سے وابستہ ایلیمنٹری سکول سے حاصل کی جو نیوروشیل میں واقع ہے۔

1952ء میں آپ نے (University of Rochester)یونیورسٹی آف اوچسٹر میں داخلہ لیا مگراپنی صحت کے مسائل کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکیں مگر مریم نے اپنے وقت کوضائع کیے بغیر ستمبر 1952 سال کے آخر میں (نیویارک کالج)NYC کے شعبہ Art

Students League میں داخلہ لیا آرٹ میں دلچسپی ہونے کے سبب بہت اعلیٰ نمبروں سے NYC(نیویارک کالج) سے آرٹ کی ڈگری حاصل کی 1953ءمیں مریم نے نیویارک یونیورسٹی میں داخلہ لیا اورخصوصی طور پر''اسلام اور یہودیت،،کومضمون کےطور پر پڑھا مگرصحت کی خرابی کے باعث مزید تعلیمی سلسلہ جاری نہ رکھ سکیں۔علالت کے دوران ہی مریم نے ایک عیسائی عالم اور مبلغ جارج سیل کا ترجمہ قرآن تھا،جس میں فرسودہ قسم کی زبان کے ساتھ ساتھ عیسائی نقطہ نظر سے متن کو بگاڑنے کی ہرممکن کوشش کی گئی تھی۔چنانچہ اس ترجمہ سے وہ قرآن کے متعلق کچھ نہ سمجھ سکی۔مریم پکھتال کی علمی خدمت کواہل یورپ اورانگریزوں کے لیے بہت بڑی نعمت گردانتی تھیں مریم ان کے ترجمہ قرآن کے متعلق لکھتی ہیں کہ:

''اللہ پکھتال مرحوم کو بے پایاں رحمتوں سے نوازے،انہوں نے برطانیہ اورامریکہ میں قرآن کوسمجھنا آسان بنادیا ہےاور میرے لیے بھی روشنی کے راستے کھول دیئے ہیں۔''(2)

مریم نے محمد اسد کی خودنوشت سوانح حیات "Road to Mecca" کا مطالعہ بھی بہت دلچسپی اور گہرائی سے کیا،آپ اس خودنوشت کے متعلق لکھتی ہیں کہ:

''اس کتاب نے میرے احساسات کوفیصلہ کن مرحلے تک پہنچانے میں بڑااہم کردارادا کیا ہے،،(3)

محمد اسد کی ایک اور کتاب "islam at the road crosses" کے مطالعے کے بعد کہتی ہیں:

''میرے خیال سے یہ کتاب اپنے موضوع پر شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔''(4)

مریم نے اسلام سے متعلق اور بھی متعدد تراجم پڑھے جن میں سے چند یہ ہیں امام غزالیؒ کی احیائے علوم

الدینیہ ،مقدمہ ابن خلدون، الہدایہ اور علامہ اقبالؒ کی نظمیں پڑھیں ،مولانا مودودیؒ کی کتابیں دینیات، اسلام کا نظریہ حیات، اسلامی ریاست، اسلام اور قومیت بھی زیر مطالعہ رہیں مریم ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتابوں سے بھی متاثر تھیں ان کی کتاب ''موت بعد زندگی،،(Life After Death) کے متعلق مریم لکھتی ہیں کہ:

''اب تک اس موضوع سے متعلق میں نے جتنی تحریروں کا مطالعہ کیا اس کتاب نے سب سے بہترین طریقے سے میرے دل و دماغ کو متاثر کیا۔''(5)

مریم نے خود بھی اسلام اور مغربیت پر مضامین لکھے، جو کہ برطانیہ، ترکی، سوئیز لینڈ جنوبی افریقہ سیلون، انڈیا اور پاکستاں کے انگریزی کے جرائد میں بھی اشاعت پذیر ہوئے، اس کے بعد ان کا حلقہ تعارف پھیلتا ہی چلا گیا۔ مارگریٹ مارکوس نے عالم اسلام کے مختلف حصوں میں علماء سے بھی روابط کئے چنانچہ اس دوران میں الجزائری علماء کے قائد شیخ ابراھیمیؒ، ڈاکٹر محمد البہار الازہری (مصر) ڈاکٹر محمد لطیفہ حبالہ (واشنگٹن)، ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس) ڈاکٹر سعید رمضان (ڈائریکٹر اسلامک سینٹر جینوا) اور ابوالاعلیٰ مودودیؒ (پاکستان) سے مراسلت جاری رکھی۔

مریم اپنے قبول اسلام کے متعلق لکھتی ہیں کہ:

''24 مئی 1961ء کی عیدالاضحیٰ پر اسلامک مشن میں دو گواہوں، خدیجہ فیصل اور بلقیس محمد کی موجودگی میں اسلامک مشن کے ڈائریکٹر شیخ داؤد احمد فیصل نے مجھے کلمہ شہادت با آواز بلند پڑھایا۔ اور میرا اسلامی نام مریم جمیلہ رکھا۔''(6)

اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا مغربی معاشرہ ان کو ان کے نئے دین کے ساتھ قبول کرنے کو تیار نہ تھا۔ مریم مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی دعوت پر ہجرت کر کے پاکستان آ گئیں۔ انہوں نے 18 مئی 1962 کو ایک جرمن بحری جہاز The Hellenic Torch پر نیویارک سے اپنے سفر کا آغاز کیا۔

''تقریباً ڈیڑھ ماہ کی طویل مسافت طے کرنے کے بعد 25 جون 1962 کو وہ پاکستان پہنچ گئیں۔''(7)

مریم نے اسلام کیلئے قابل قدر خدمات انجام دیں 38 سے زائد کتب تصنیف کیں۔ جن کا دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے آپ 31 اکتوبر 2012ء کو خالق حقیقی سے جا ملیں۔

مریم نے اپنی زندگی کے 27 برس امریکہ میں بسر کیے اور وہیں پرورش پائی اس لیے وہاں کی مغربی زندگی کے تاریک پہلو واضح انداز میں ان کے سامنے آئے یہی سب سے اہم بات ہے مریم کی تحریروں میں کہ انھوں نے

مغربیت اور مغربی مادہ پرستی پر پوری قوت سے ضرب لگائی ہے۔امریکہ سے آنے کے بعد وہ اسلام کی ایک پر جوش داعی اور مغربی کی تہذیب ناقد بن گئیں اور ہمہ تن جدید اسلامی ادب کی ترتیب میں منہمک ہوگئیں۔

مریم جمیلہ کے اسلوب تحریر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ معذرت اور مدافعت کی قائل نہیں، وہ مغربی تہذیب اور اپنے حریف پر بڑھ کر حملہ کرتی تھیں ان کو اسلام میں کوئی کمزوری اور کمی محسوس نہیں ہوتی اور وہ اس کو ایک مکمل اور جامع دستور حیات کی طرح پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ پیش کرتی تھیں مریم اپنے ایک خط میں لکھتی ہیں کہ:

> ''دین کے معاملے میں معذرت خواہانہ انداز کو میں دانشورانہ، بددیانتی کا شاہکار سمجھتی ہوں۔میرے نزدیک یہ اخلاقی بزدلی روحانی دیوالیے پن اور منافقت کی واضح علامت ہے۔''(8)

مریم جمیلہ نے اپنی تحریروں میں مسلمانوں کے جزوی مسائل میں الجھنے کی بجائے مسلم امہ کی فکر کو اہم مسائل کی طرف لانے کی سعی کی ہے۔مریم جمیلہ لکھتی ہیں کہ:

> ''اگر ہم نے اسلام کو مغربی تہذیب سے ہم آہنگ کیا تو ہم اپنا تشخص کھودیں گے اور مغلوب ہوجائیں گے ہمیں اس بات پر یقین رکھنا چاہئے ہے کہ اسلام میں اتنی قوت ہے کہ اگر مسلمان اس کی تعلیمات پر عمل کریں تو مغرب سے کسی قسم کے سمجھوتے کے بغیر عروج حاصل کرسکتے ہیں۔''(9)

مریم کی تحریروں اور معلومات اور تحقیقی وسعت کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ نومسلم خاتون تھیں۔ دراصل مریم نے اسلام سے قبل تلاش حق کی خاطر اس قدر وسیع مطالعہ کر رکھا تھا۔کہ انہوں نے اسلام کے اصول و کلیات کو ان کے وسیع دائرہ کے اندر اور اسلام کی صحیح روح کے مطابق سمجھا پھر انتہائی غور وفکر کے ساتھ جانچا پرکھا اور اپنی باقی ماندہ زندگی داعی دین اور مجاہدانہ انداز میں بسر کی مریم کی تحریروں میں اعتدال پایا جاتا ہے۔مثبت اور اصلاح طلب تنقید کرنا بہت ہی محنت طلب کام ہے کیونکہ اس کام میں اعلی دماغی صلاحیتوں، مکمل دلائل ،فکری یکسوئی، گہری تحقیق،اور وسیع مطالعے کی ضرورت ہوتی ہے تنقید برائے اصلاح کرنا عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے مریم جمیلہ نے نہایت منصفانہ انداز میں مغرب کے باطل افکار پر عقلی دلائل پیش کرتے ہوئے ضرب لگائی ہے مریم جمیلہ کی بے خوفی ، جرأت،اور حق گوئی کا اندازہ ان کی تحریروں سے باخوبی ہوتا ہے ان کی تحریروں میں تنقید کا

عنصر نہایت واضح ہے مگر تبلیغ دین کا حق بھی ان کی تحریروں سے خوب ادا ہوتا ہے۔

مریم جمیلہ نے مغربی استعماری سازشوں کا پردہ فاش کرتے ہوئے مختلف نظریات سوشلزم، سیکولرازم، جمہوریت اور لادینیت پر بہت جامع و مدلل انداز سے تنقید کی ہے جس کا مقصد غیر مسلموں پر اسلام کی حقانیت کو واضح کرنا ہے مریم نے اسلامی نظام حیات کو اہل مغرب کے لئے بطور نمونہ پیش کیا ہے اور کوئی بھی صاحب عقل مریم کے پیش کردہ دلائل کو رد نہیں کر سکتا۔

معروف مغربی سکالرز اور مستشرقین جیسے کہ ڈاکٹر ولفریڈ کانٹ ویل سمتھ، کینتھ کریگ، سگمنڈ فرائڈ، آبری مینن، میکیاولی، ڈارون، کارل مارکس، کے پیش کردہ جدیدیت کے لبادہ کو نا صرف مریم جمیلہ نے عریاں کیا ہے بلکہ اسلام کے خلاف ہونے والی تنقید اور اعتراضات کے بھی جوابات دیئے ہیں مریم جمیلہ کہتی ہیں کہ:

> " I knew that our so-called "progressives" must be traitors because their views as expressed in their public utterances and writings did not at alldiffer from the non-Muslim So dismayed was I by the anti-Islamic propaganda that had been fed to me since childhood that as soon as I embraced Islam, I was determined to compile a book."(10)

''میں جانتی تھی کہ مغربی تہذیب کے ترقی پسند لوگ مسلمانوں کو پسند نہیں کرتے وہ انہیں غدار کہتے ہیں کیونکہ ان کی رائے میں صرف وہی اہم ہے جو ان کی تہذیب یا تہذیب کے رہنما کہتے ہیں۔ اور وہ ہرگز انصاف سے کام نہیں لیتے۔ میں نے اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والوں کے خلاف سخت احتجاج اور مخالفت کی۔ کیونکہ اسلام کی حقانیت بچپن سے ہی میرے دل و دماغ میں بیٹھ چکی تھی۔ میں نے اسلام قبول کیا تو اسلام کے خلاف لکھنے والوں کو جواب دینے، اور اسلام کی حقانیت کو لوگوں پر واضح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔''

دنیا پر اسلام کی حقانیت کو واضح کرنے کا یہ عزم ہی تھا جس نے مریم کو اس تہذیب کا نقاد بنا دیا جس میں خود مریم نے 27 برس بسر کئے، مریم کی مغرب پر تنقید کا مقصد سراسر اصلاح کرنا اور لوگوں پر اللہ کے پیغام اور دعوت کو واضح کرنا تھا اور یہ اصلاحی تنقیدی پہلو مریم کی تحریروں سے واضح ہوتا ہے اور یہی قرآنی اسلوب دعوت ہے ارشاد ربانی ہے:

''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُم بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ''(11)

''لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے کے ساتھ ان سے مناظرہ کرو۔''

مریم جمیلہ نے بھی اپنی تحریروں میں آیات کے اس مفہوم کو مدنظر رکھا ہے اس لئے ہر ہر بات بہت گہرائی مکمل وضاحت اور سچائی کے ساتھ بیان کی ہے مغرب کی سماجی زندگی، معاشرتی صورتحال، مذہبی رجحانات، آرٹ اخلاق، لباس، تعلیم، پیشواؤں، یونیسکو اور اقوام متحدہ تک کے کردار اور ڈپلومیسی کو تمام دنیا پر واضح کرنے کی سعی کی ہے جس کا ذکر درج ذیل ہے۔

مغربی لٹریچر پر تنقید:

مغربی لٹریچر مسلم ممالک میں پچھلے کئی سال سے عام اور مقبول ہوتا جا رہا ہے جس کے اثرات نوخیز ذہنوں اور نوجوانوں پر بہت بُرے ہیں۔ اس مغربی لٹریچر کا اصل مقصد مسلم نوجوان نسل کی ذہنی اور فکری تربیت مغربی طرز پر کرنا ہے۔ مریم جمیلہ مغربی لٹریچر پر تنقید کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ:

''مغرب سے آتے ہوئے رسالے ان کے ترجمے اور دوسرا لٹریچر میں یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ تمہارے نوجوانوں کی قدیم روایات کے خلاف بغاوت بالکل برحق ہے۔ تم ان کی بے راہ روی اور اخلاقی قدروں کو پامال کرنے کی روش کو صبر سے برداشت کرو۔ ان کی احمقانہ اور گھٹیا حرکات، اچھے مگر پرانے طور طریقوں سے نفرت و بیزاری اور مغربی ملحدانہ طرزِ فکر اور مادہ پرستانہ تہذیب کو اختیار کرنے کا لپکا ان کی نوعمری کا تقاضا ہے۔ جس کا کوئی علاج اس کے سوا نہیں کہ اس تقاضے کو بلا چوں و چرا تسلیم کر لیا جائے اور اس کے آگے سر جھکا دیا جائے۔ یہ خیال سراسر غلط اور گمراہ کن ہے۔ یہ ہرگز کوئی فطری تقاضا نہیں ہے۔ یہ مغربی پروپیگنڈے کی سحر کاری کا نتیجہ ہے کہ ہم اس طرز پر سوچنے لگے ہیں۔''(12)

ہمارے نوجوان وہی کچھ کر رہے ہیں جو انہیں سکولوں، گھروں اور کالجز میں سکھایا جاتا ہے یا وہ ریڈیو، سینما اور ٹیلی ویژن سے حاصل کرتے ہیں۔ اگر انہیں مغربی طور طریقوں کی بجائے اسلامی طرز زندگی سکھائی جائے تو ان کا رویہ اور کردار بالکل بدلا جا سکتا ہے۔ مگر سیکولر مغرب کے دلدادہ لوگوں کا یہ دعوی کہ مادہ پرستانہ تہذیب کو اختیار کرنے

کا جنون نو عمری کا تقاضا ہے یہ تصور ہی نہایت غلط ہے۔مغربی تہذیب کی گمراہ کن تربیت نے اپنی نو جوان نسل پر سب سے بڑا ظلم یہی کیا ہے کہ نا جائز غلط اور فحش کاموں کو فطرت کا نام دے کر انہیں متعدد ذہنی امراض میں مبتلا کر دیا ہے انتہائی افسوس ناک امر یہ ہے کہ مغرب میں اعلیٰ پائے کے جو ڈاکٹرز ہیں انہوں نے بھی بے حیائی اور گناہ کے کاموں کو فطرت کے عین مطابق قرار دیا ہے۔

فرائڈ کے نظریات پر تنقید:

ذہنی صحت کے سلسلہ میں سگمینڈ فرائڈ (۱۸۵۹۔۱۹۳۹ء) زمانہ جدید کی سب سے نمایاں شخصیت ہیں۔مغرب میں ذہنی اور نفس کی بیماریوں کا نفسیاتی طریقہ علاج آج بھی اس کے نظریات کا مرہونِ منت ہے۔یونانی فلسفہ (میتھولوجی) کی بنیاد پر فرائڈ کا کہنا یہ تھا کہ انسانی طرز عمل لاشعور کے فطری خواہشات کے دباؤ کا نتیجہ ہوتا ہے جو اپنی اصل کے اعتبار سے شہوانی جذبات کا نتیجہ ہوتا ہے۔اس کے خیال میں ذہنی بیماریاں جنسی خواہشات کی تکمیل میں مایوسی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔جن کو مہذب معاشرہ قبول نہیں کرتا۔اپنے آغاز کے ابتدائی دور میں بھی فرائڈ کی تھیوری یہ رہی ہے کہ انسان کا ذہن ایسے جذبات سے پر ہے جو اپنے اور دوسروں کے لیے تباہ کن ہوتے ہیں۔فرائڈ کی رائے میں نسل انسانی کی تمام کامیابیاں اور کامرانیاں دراصل جنسی تحریک کی صحت مند بلندی کا نتیجہ ہیں۔مریم جمیلہ سگمنڈ فرائڈ کے غلط نظریات کی تردید کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ:

> ’’سگمنڈ فرائڈ کے نظریات نے انسانی مصیبتوں کو کم کرنے یا ان کا خاتمہ کرنے میں کوئی تعمیری حصہ نہیں لیا ہے۔ان کے نظریات کی مقبولیت اور شہرت کی وجہ یہ ہے کہ وہ مادہ پرستانہ فلسفہ کے اس رجحان کو تقویت پہنچاتے ہیں جس کی مدد سے انسانوں کو حیوانوں کی پست سطح پر لا کھڑا کیا جاتا ہے۔نتیجتاً ایک ایسے شخص کے لیے جو بدنصیبی اور مصیبت کا شکار ہو اور جس نے اس ذہنی رجحان کو تسلیم بھی کر لیا ہو۔اس کے لیے اس کے سوا اور کون سا راستہ باقی رہ جاتا ہے کہ وہ یا تو پاگل ہو جائے یا خود کشی کر لے؟‘‘(13)

بڑھتی ہوئی بے راہ روی، خود کشیوں کی تعداد میں اضافے اور مغربی لوگوں کا ذہنی امراض میں مبتلا ہو جانے کی اک اہم وجہ ہر معاملے میں انفرادیت کے معیار کو مدنظر رکھنا بھی ہے مغرب میں انفرادیت پر ضرورت سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔جس کے سبب مغربی تہذیب کا خاندانی نظام اور روابط ختم ہو کر رہ گئے ہیں۔مریم جمیلہ کے مطابق مغرب میں لوگ پریشانیوں دکھوں سے بچنے کے لئے کثرت سے شراب کا استعمال کرتے ہیں وہ لکھتی ہیں کہ:

’’جب وہ دیکھتے ہیں کہ مخالف حالات ان پر چھا گئے ہیں تو وہ اپنے آپ کو شراب یا دیگر منشیات میں غرق کر دیتے ہیں یا خودکشی کر لیتے ہیں ان ناگزیر حالات سے فرار کی کوشش کر کے انسان صرف اپنے ذہن اور روح کی بربادی کا موجب بنا تا ہے اسلام نے قنوطیت یا ناامیدی کو ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ قنوطیت ناامیدی جدوجہد کی قاتل ہے۔‘‘(14)

آج کے مغربی معاشرے میں لوگوں کی کثیر تعداد متعدد ذہنی امراض میں مبتلا ہے ان امراض کی وجہ پورے معاشرے کا لادین اور مشینی ہونا ہے کیونکہ مغرب میں لوگوں کی زندگیوں کا کوئی ایسا خاص مقصد نہیں ہے سوائے دولت کمانے کے اور کوئی مقصد حیات انہیں نظر نہیں آتا جو انہیں متحرک اخلاص اور جذبوں سے مزین کر سکے ذہنی بیماریوں میں مبتلا ہونے کے بڑے اسباب یہ ہیں۔

۱۔اپنے آپ سے نفرت ۲۔مصیبت جھیلنے کے قابل نہ ہونا۔۳۔دنیاوی کامیابی کے حصول میں ناکامی۔۴۔مستقبل کے بارے میں خوف اور فکر۔۵۔اس وہم میں مبتلا ہونا کہ کسی کی زندگی بھی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی۔

اس طرح کی سوچ ،وہم ،فکر پریشانی ،خوفِ اور ڈر دراصل مغربی تہذیب کی عطا کردہ محدود لائحہ عمل اور فرسودہ معیار زندگی کا خمیازہ ہے، وہاں لوگ تمام تر آسائش سہولیات، بظاہر بلند معیار زندگی ہونے کے باوجود خود کو غیر محفوظ تنہا اور بے بس محسوس کرتے ہیں۔

مغرب کے سماجی اور خاندانی نظام پر تنقید:

مغرب میں سماجی صورت حال انتہائی افسوس ناک ہے پڑوسیوں، دوستوں اور عزیزوں کے حالات سے لاتعلقی اس قدر پیدا ہوگئی ہے کہ لوگ تنہائی کا شکار ہو رہے ہیں۔نوجوان، بچے اور تو اور درمیانی عمر کی سیکرٹری سول حکام، اساتذہ، نرسیں اور ڈاکٹر تک تنہائی کے شکوہ کرتے نظر آتے ہیں حالانکہ ان کے کام کی نوعیت ایسی ہے کہ جس میں ہر وقت لوگوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے اور وہ فطرتاً بھی تنہائی پسند نہیں ہوتے۔بوڑھوں کی حالت اور بھی زیادہ قابل رحم ہے۔ وہ بیچارے عمر رسیدہ لوگ جو معذور ہوں کسی کمرے یا فلیٹ میں پڑے رہتے ہیں اور اس خوف و وحشت میں مبتلا ہو کر اپنی زندگی کے دن پورے کرتے ہیں کہ اگر وہ بیمار پڑ گئے یا مر گئے تو کسی کو خبر بھی نہ ہو گی۔ مغرب کی سماجی زندگی پر تنقید کرتے ہوئے مریم جمیلہ لکھتی ہیں کہ:

’’گذشتہ بیس سال سے برطانیہ اور دوسرے مغربی ملکوں میں بلکہ خود امریکہ میں جو کہ دنیا کا سب سے زیادہ مالدار ملک ہے اکیلے رہ جانے والے لوگوں کی تعداد میں بدستور اضافہ ہو رہا

> ہے اور یہ چیز عام ڈاکٹروں، ماہرین نفسیات اور سماجی کام کرنے والوں کے لیے خاصا پیچیدہ مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ انگلستان میں ذہنی امراض کے مریضوں کی تعداد کل مریضوں کی تعداد کا ایک تہائی ہوتے ہیں اور سینکڑوں زندگی کی مشکلات کا تنہا مقابلہ نہ کر سکنے کی وجہ سے خودکشی کر لیتے ہیں۔"(15)

آج کل جو طریقہ یورپ و امریکہ میں رائج ہے وہ مثالی سمجھا جاتا ہے جس میں بالغ اور نابالغ اپنے بزرگوں کے مشورہ اور مداخلت کے بغیر اپنے جیون ساتھی کا چناؤ کرتے ہیں اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مغرب میں عشق کا ضرورت سے زیادہ جذباتی اور رومانی تصور ریڈیو، اخبارات اور سینما کے ذریعہ پیش کر کے بے تحاشہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نابالغ اور نوجوان بہت کم اتنے ذہنی شعور کے مالک ہوتے ہیں کہ اپنے جیون ساتھی کا انتخاب محض جسمانی کشش سے ہٹ کر کسی ٹھوس بنیاد پر کر سکیں۔ مغرب کی اس آزادانہ روش پر مریم جمیلہ لکھتی ہیں کہ:

> "والدین کا تجربہ اور ادراک بہر حال زیادہ ہوتا ہے۔ والدین وہ کام کریں گے جوان کے غیر ذمہ دار بچے مشکل ہی سے سوچ سکتے ہیں۔ وہ ہونے والی دلہن یا دولہا کی اصل شخصیت اس کے خاندانی پس منظر، اس کے کردار اور اس کی ضروریات زندگی فراہم کرنے کی صلاحیت کی محتاط اور غیر جذباتی انداز میں چھان بین کریں گے۔ بلاشبہ یہ بات بڑی دنیا دارانہ اور غیر رومانی ہے لیکن یہ ازدواجی زندگی کی آئندہ مسرت کے لیے بے حد اہم ہے۔"(16)

مغربی تہذیب میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا ظلم کی نشانی تصور کیا جاتا ہے مگر انتہائی مزاحیہ خیز طرز عمل یہ ہے کہ متعدد ناجائز تعلقات رکھنا برائی تصور نہیں کیا جاتا مغرب نے اسلام میں چار شادیوں کی اجازت دینے کے نظریے کی جس قدر غیر منصفانہ اور نامناسب طور پر مذمت کی ہے کسی اور اسلامی نظریہ کی نہیں کی۔

مغرب نے تعدد ازدواج کو مسلمان عورتوں پر ظلم کے مترادف قرار دیا ہے۔ اسلامی تہذیب کے چند سیکولر دماغوں کے نزدیک مغرب کی یہ رائے ناقابل تردید ثبوت ہے اور ان چند جدیدیت پسند لوگوں کا اس معاملے میں معذرت خواہانہ انداز اختیار کرنا دراصل مغربی تہذیبی اقدار کی ذہنی غلامی کے نتائج ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک اور سنت میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو تعدد ازدواج کو بجائے خود ایک بُرائی کی حیثیت دے۔ مریم جمیلہ مغرب کی اس کھوکھلی تنقید کے متعلق کہتی ہیں کہ:

''تعدد ازدواج سے مغربی دنیا کے خوف کا سبب دراصل وہ مبالغہ آمیز انفرادیت ہے جو جدید معاشرے پر اس طرح چھائی ہوئی ہے کہ ناجائز تعلقات میں بھی کوئی خاص برائی نہیں سمجھی جاتی۔''(17)

مغرب میں مرد کا اپنی بیوی کو طلاق دینا سنگین جرم گردانا جاتا ہے بلکہ مرد حضرات چاہیں تو وہ ناجائز تعلقات قائم کر لیں مگر نہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے سکتے ہیں نہ اور شادی کر سکتے ہیں یہ بے جا پابندیاں معاشرتی برائیوں کو جنم دیتی ہیں۔مگر مغربی پیشواؤں نے جس طرح اسلام میں موجود چار شادیوں کی اجازت پر تنقید کی اسی طرح اسلام میں طلاق کی اجازت دینے کو بھی اپنے محدود فہم کے ذریعے تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔اہل مغرب کے مطابق شریعت نے مرد کو نجی طور پر بیوی کو طلاق دینے کی جو اجازت دی ہے وہ گویا اسلام میں عورت کے کم تر درجہ کا ایک اور ثبوت ہے۔کہا جاتا ہے کہ طلاق ایک ناقابل برداشت برائی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ مرد کو اپنی بیوی سے نہایت ہی معمولی وجوہات کی بنا پر پیچھا چھڑانے کی اجازت حاصل ہو جاتی ہے۔اس لیے طلاق کو ایک ناقابل تعزیر جرم ہونا چاہیے اور عدالت صرف ناقابل علاج پاگل پن جیسی انتہائی بنیادوں پر اسے قبول کرے۔مریم جمیلہ کہتی ہیں کہ:

''اگر شوہر اور بیوی اپنے آپ کو طبعاً بالکل غیر موافق پاتے ہوں اور ایک دوسرے کی صحبت سخت تکلیف دہ محسوس کرتے ہوں تو شریعت اسلامیہ ایک دوسرے کو پرسکون طور پر علیحدگی اختیار کر لینے کا ایک عمدہ، باعزت اور پروقار طریقہ بتاتی ہے۔لیکن مغربی مصلحین اس کو پاس رکھنے اور مزید برباد کرنے پر مرد کو مجبور کرنے کے لیے قوانین بناتے ہیں۔''(18)

مغربی تہذیب اور دانشوروں کا اسلام کے ساتھ رویہ:

مریم صاحبہ چونکہ 27 سال تک مغربی معاشرے میں رہیں اس تمام عرصے میں مریم پر مغربی تہذیب کی نام نہاد انسان دوستی کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا مریم نے اپنی تحریروں میں یہ بات واضح کی ہے کہ مغرب میں مسلمان ہونا کوئی خوبی تصور نہیں کی جاتی بلکہ مسلمانوں کو دوہری تنقید کا سامنا رہتا ہے دراصل وہ حق کو پہچاننا ہی نہیں چاہتے ان کے لئے فقط وہی اہم ہے جو ان کی تہذیب پیش کرتی ہے مغرب کا رویہ اسلام کے ساتھ یہ ہے کہ سوائے تنقید کرنے کے علاوہ وہ اسے سمجھنا ہی نہیں چاہتے لہذا ہمیں بھی ان کی تہذیب سے بلاوجہ فقط دولت اقتدار کی وجہ سے متاثر نہیں ہونا چاہیے مریم لکھتی ہیں کہ:

''اسلام کا ہر اصول اور ہر عمل جو جدید مغربی تمدن سے ٹکراتا ہے، ہمیں وہ مسترد کر دینا

> چاہیے۔مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ اس طرز فکر کو''روشن خیالی''''ترقی پسندی''اور''آزادروی'' قراردے دیا جاتا ہے ، جب کہ ہماری طرح کے لوگوں کو''جنونی'' اور رجعت پسند (FANATICS AND REACTIONARIES) کہہ کر مطعون کیا جاتا ہے اور فتویٰ دیا جاتا ہے کہ یہ لوگ وقت کے حقائق کا سامنا نہیں کر سکتے۔''(19)

یہ مغربی تہذیب کے محدود سوچ رکھنے والے سکالرز اور مستشرقین کی کارسازی کا نتیجہ ہے کہ وہ مذہب کو فقط اپنی خواہشات کا شیرازہ پہنائے ہوئے ہیں وہ عام مغربی عوام کو اسلام اور حقانیت سے دور کر دینا چاہتے ہیں تا کہ مغربی تہذیب کی لادینیت اور فرسودہ نظریات کو دنیا میں ہمیشہ اقتدار حاصل رہے اور کیونکہ مغربی سکالرز جانتے ہیں اگر اسلام کے خلاف زرد صحافت سے کام نہ لیا گیا تو یہ مذہب اپنی واضح سادہ اور منفرد پیغام ہونے کہ وجہ سے عام مغربی لوگوں کو جلد متاثر کر لے گا اس لئے مغربی کینہ پسند سکالرز اسلام قبول کرنے والے افراد پر جنونی ، رجعت پسندی، اور ذہنی امراض میں مبتلا ہونے کا فتوی لگاتے ہیں ان کے باقول ان لوگوں میں خوداعتمادی کی کمی ہوتی ہے اس لئے یہ لوگ معاشرے میں اپنا مقام حاصل نہیں کر سکتے کم گوئی اختیار کر کے، شراب، نشہ آور، جیسی چیزوں سے پرہیز اس لئے کرتے ہیں کہ ان میں معاشرے کے ساتھ چلنے کا حوصلہ یا جرات نہیں، جبکہ اسلام میں ان سب چیزوں سے بچے رہنے کا مقصد اللہ کی رضا اور خوف خدا ہے نا کہ خوداعتمادی کی کمی، مریم جمیلہ اسلام میں شراب کی ممانعت اور آپ ﷺ کی شراب کے متعلق احکامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ:

> "Obedience to the Prophet's command that all intoxicants are unlawful can stop the curse of alchoholism and drug-addiction".(20)

> ''نبی پاک ﷺ نے اپنے پیروی کرنے والوں کو شراب سے روکا ہے اور نشہ آور تمام منشیات کی سخت مذمت کی ہے۔''

مریم جمیلہ لکھتی ہیں کہ:

> ''میرے نزدیک مغرب کے زوال وانحطاط کی یقینی علامات میں سے ایک مغربی علماء کا غلط رہنمائی کرنا ہے وہ گناہوں کی تعریف نیکیوں کی حیثیت سے کرتے اور نیکیوں کی مذمت گناہوں کے طور پر کرتے ہیں۔اسی طرح نا جائز تعلقات، اخلاق سوز کجروی، فحاشی اور

عریانی کے ضمن میں جنسی رویہ اور چلن سے تمام پابندیاں ہٹا دی گئی ہیں اور ابلاغ عامہ کے تمام ذرائع سے اس کجروی واخلاق سوزی کی تشہیر کی جاتی ہے۔ انتہائی تلخ تجربات کے ذریعہ سے مجھ پر یہ منکشف ہوا ہے کہ ذاتی آلودگی انسان کو قابلِ رحم حد تک لے جاتی اور ذاتی تباہی کا موجب ہوتی ہے۔'' (21)

مغربی سکالرز کے اسلام کے خلاف منفی روئے کا اندازہ امریکی مصنفہ آبری مینن کے مقالے سے لگایا جا سکتا ہے امریکی مصنفہ آبری مینن کا یہ مقالہ مجلّہ (Holiday) (فلاڈیلفیا) کے مارچ 1962ء کے شمارہ میں مشہور اینگلوانڈین سے شائع ہوا ہے۔ جس میں اس نے اسلام کے خلاف انتہا درجے کہ بدگمانی پھیلانے کی کوشش کی۔ اس طرح کے غلط تصورات اور غلط بیانات مصنفہ آبری مینن کے علاوہ بھی کئی مغربی سکالرز بے شمار مرتبہ پیش کر چکے ہیں اس مقالے کا عنوان ''محمدی'' اور ''محمدی دنیا'' ہے مریم جمیلہ آبری مینن کے اس مقالے پر تنقید کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ:

''اس مقالے کا عنوان ''محمدی'' اور ''محمدی دنیا'' خود اصطلاح کا غلط استعمال ہے۔ ہم محمدی نہیں مسلمان ہیں۔ ''محمدی'' اور ''محمدیت'' کی اصطلاحات صلیبیوں نے ایجاد کی تھیں اور ان کا مقصد سارے یورپ میں اسلام کے خلاف یہ جھوٹ پھیلا کر نفرت پیدا کرنا تھا کہ حضرت محمد ﷺ نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور مسلمانوں کو اپنی پرستش کا حکم دیا تھا۔ اسلام ابتدائے زمانہ ہی سے موجود رہا ہے۔ ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سمیت تمام انبیاء اور رسول سچے مسلمان تھے۔ اسلام کے معنی ہیں اللہ کی مرضی کے آگے سرِ اطاعت خم کر دینا۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ لہٰذا ہم مسلمان اپنے مذہب کا نام حضرت محمد ﷺ کے نامِ گرامی پر رکھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔'' (22)

حقوق نسواں اور مغرب:

مغرب خود کو انسانی حقوق کا علمبردار گردانتا ہے مغربی تہذیب کی نام نہاد تحریک حقوق آزادی نسواں کے متعلق مریم جمیلہ لکھتی ہیں کہ:

''آزادی نسواں کے اولین علمبردار مارکس اور ینجلز تھے جو کمیونزم کے بانی تھے۔ جنہوں نے کمیونسٹ منشور ۱۸۴۸ء میں کہا ہے کہ شادی بیاہ گھر بار اور خاندان ایک لعنت ہیں جس نے

عورت کو مستقل غلامی میں رکھا ہے۔ چنانچہ اس کا اصرار ہے کہ عورت کو گھریلو کاموں کی ذمہ داریوں سے آزاد کرایا جائے اور وہ کارخانوں میں ہمہ وقتی ملازمت اختیار کر کے معاشی آزادی حاصل کرے۔ اس کے بعد جو عورتوں کی آزادی کے علمبردار آئے انہوں نے اس پر زور دیا کہ عورتوں کو جنسی تعلقات قائم کرنے کی ایسی ہی آزادی حاصل ہونا چاہیے جیسے مردوں کو۔ جن کا ذریعہ مخلوط تعلیم، مردوں کے دوش بدوش ملازمت اور مخلوط سماجی تقریبات اور شادی سے پہلے کورٹ شپ نیم برہنہ فیشن ہوں اور اس کے نتیجے میں جو ناجائز بچے ہوں ان کی پیدائش کو مانع حمل اور اسقاط حمل سے روکا جائے اور حکومت کی سرپرستی میں نرسری اور پبلک بورڈنگ اسکول قائم ہوں جو بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری لیں، جن میں اکثریت ناجائز بچوں کی ہو۔''(23)

دراصل عورتوں کے حقوق کا جو جدید تصور مغرب نے دنیا کو دیا ہے وہ انسانیت کو تباہی کی کس سمت لے جارہا ہے اس کا مختصر لب لباب یہ ہے کہ مغرب میں پریس، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سینما کے ذریعہ عورت کی آزادی کے پروپیگنڈے کی جو مہم چلائی جارہی ہے وہ عورتوں کے اس رول کی تحقیر کرتی ہے۔ جو وہ بحیثیت بیوی اور ماں کے ادا کرتی ہیں اور جو عورتیں اپنے گھروں کی دیکھ بھال اور بچوں کی تربیت میں وقت صرف کرتی ہیں۔ اس خدمت کو مغربی تہذیب قوت کا زبردست ضیاع اور قوم کی نصف افرادی طاقت کی ناقابل معافی معاشی نقصان قرار دیتی ہے۔ یہ لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہر لڑکی کو اسکول میں اس غرض کے لئے تیار کیا جائے کہ وہ دفتروں، دوکانوں اور کارخانوں میں حصول ملازمت کے لیے مردوں سے مقابلہ کرسکیں اور پھر طرفہ تماشہ یہ کہ وہ بیک وقت یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ عورتوں کا سب سے پہلا فرض بہرحال اپنے گھر کی نگہداشت کرنا ہی ہے۔ وہ امید کرتے ہیں کہ عورت اپنی روزی کمانے اور اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرنے کی دوہری ذمہ داری اٹھائے۔ کیا اس نافذ کردہ عائلی قوانین آرڈیننس نے واقعی عورتوں کی حیثیت اور مرتبہ کو بلند کیا ہے؟

آزادی اور ترقی وہ فعل ہیں جو اصل نیت اور ارادوں کو چھپانے کے لیے دھوکے کا کام دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ عورت باہر آجائے تو پھر اس کے لیے کوئی گھر نہیں اور مغرب میں آزادی نسواں کی تحریک کا سوائے تباہی کے اور کوئی نتیجہ نظر نہیں آتا ہے۔ مغربی تہذیب نے انسانیت کے معیار اور تقدس کو تارتار کر دیا ہے۔ اس قدر کھلم کھلا بے حیائی کہ جس کو دیکھ کر حیوان بھی نفرت محسوس کریں۔

مریم جمیلہ لکھتی ہیں کہ:

''گھر اور خاندانی زندگی بلکہ پورے اخلاقی ڈھانچہ کو تباہ کرنے کا یہ ابدی نتیجہ ہے کہ مغرب میں نوجوان نسل میں آوارگی، جرائم پسندی کی وبا اور عام طور پر لاقانونیت کی فضا طاری ہے۔ سابقہ تہذیبوں کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب بد اخلاقی اور گناہ کی کثرت ہو جائے تو پھر کوئی سوسائٹی زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتی۔''(24)

مغربی تہذیب میں عورت کی قابلِ رحم حالت یہ ہے کہ وہ اپنی معاشی ضروریات کے لیے بھی خود ہی ہلکان ہے، کوئی سر پرست بننے کو تیار نہیں۔ مریم اپنے تجربات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ:

''گھر میں میری واپسی کے بعد میرے والدین کو میری ملازمت کی تشویش ہونے لگی وہ چاہتے تھے کی میں جلد از جلد ان سے اقتصادی آزادی حاصل کرلوں اور اپنی زندگی کے لیے خود کھانے کمانے لگوں۔ مجھے یہ خدشہ لاحق تھا کہ ان کی مالی اعانت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا، مجھے لگا تار اس امر کی یاد دہانی کروائی جاتی تھی کہ جونہی میرے والدین ریٹائرڈ ہوئے اور میں نے کوئی ملازمت اختیار نہ کی تو مجھے زندہ رہنے کے لئے یا تو بھیک مانگنی پڑے گی یا کسی پاگل خانے میں داخل ہونا ہوگا۔''(25)

یہی وجوہات ہیں کہ مغرب کا خاندانی نظام درہم برہم ہو چکا ہے مغربی معاشرت کے اصول ''عورت کے معاشی استقلال،، نے بہت سے مسائل کو جنم دیا ہے اس اصول نے عورت کو مرد سے بے نیاز کر دیا ہے۔ مغربی تہذیب میں زوجین ایک دوسرے کا معاشی بوجھ اٹھانے کو تیار نہیں، اولاد والدین کو بوجھ سمجھ کر old homes بھیج دیتی ہے اور والدین کے پاس بچوں کی ذمہ داریاں اٹھانے اور تربیت کرنے کا وقت نہیں ہے۔

ایک کامیاب تہذیب کی بنیاد ہی ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی سے مشروط ہے تاکہ باہمی قربانی و ایثار کے سبب مہذب پر سکون ماحول انسانیت کو میسر آ سکے۔ اور یہ خوبی اسلامی تہذیب میں موجود ہے۔ مریم جمیلہ لکھتی ہیں کہ:

Under Islamic law, the family, which is collapsing, will regain its health and strength as the foundation of the social order.(26)

''اسلامی تہذیب یا معاشرے میں جو خاندانی اختلاف ہوتے ہیں وہ اختلافات اچھی اور بہت معاشرتی بنیاد کی وجہ سے مضبوط اور دوبارہ بحال ہو جاتے ہیں۔''

وہ قدیم اصول کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے، اب اس نئے قاعدہ میں بدل گیا ہے کہ عورت اور مرد بلکہ گھر کا ہر فرد کمائے اپنی ضروریات زندگی کو خود پورا کرے۔ اس انقلاب کے بعد گھر میں موجود افراد کے درمیان کوئی ربط، محبت اور کوئی ایسا جذبہ، احساس باقی نہیں رہا جو ان کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہونے پر مجبور کرے۔ مریم اپنے مضمون منزل کی تلاش میں لکھتی ہیں کہ:

''مغرب میں عورت ہونے کی حیثیت سے میری کوئی تجارتی قیمت (MARKET VALUE) نہیں تھی، کام حاصل کرنے کے لئے میرے خاندان والوں نے اصرار کیا کہ میں دبلی پتلی یا نازک اندام بننے کے لئے غذائی احتیاط و پرہیز کے ذریعے اپنا وزن کم کروں اور حیا سوز ملبوسات اور آرائش وزیبائش کے ذریعے اپنے آپ کو ''پرکشش،، بنانا سیکھوں لیکن میں اس طرز پر اس وقت تک خود کو سنوار نہیں سکتی تھی جب تک خود اپنی فطرت کو نہ کچل ڈالوں، چنانچہ میں تنہا ہو کر رہ گئی۔''(27)

مغربی تہذیب میں عورت کی نرم خو فطرت کو صرف مساوات اور حقوق نسواں کا نام دے کر کچل دیا گیا ہے عورت کی عزت احترام کو بری طرح مسخ کیا جا رہا ہے۔ مریم جمیلہ رقمطراز ہیں کہ:

''مغربی تہذیب کے مطابق عورت صرف اس حد تک عزت و احترام کی حق دار ہے جس حد تک وہ مردوں کے کام انجام دینے میں کامیاب ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یا وہ اپنے انتہائی حسن اور سحر کاری کی لاکھوں میں نمائش کروا سکے۔''(28)

مذہب سے بیزار مغربی نظامِ تعلیم اور معاشرہ:

مریم نے اپنی تمام تر تعلیم نیویارک کے سکول کالجز سے حاصل کی اور انہوں نے وہاں کے نظام تعلیم کا بہت مثبت تنقیدی جائزہ لیا، مریم نے مغرب کے نظام تعلیم پر تنقید کر کے یہ بات اجاگر کرنا چاہی ہے کہ طلباء کو ان مشہور یونیورسٹیز، کالجز سے فراغت کے بعد حاصل کیا ہوتا ہے؟ اور ان کا اخلاقی معیار کیسا ہوتا ہے؟ وہ اتنا وقت لگانے کے بعد کیا اچھے شہری، مہذب سکالرز بھی بن پاتے ہیں یا نہیں مریم اپنے تجربات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ:

''میں نے اخلاقی تہذیب کے اس اسکول میں چار برس تک ہفتہ وار کلاسوں میں حاضری

دی حتیٰ کہ پندرہ برس کی عمر میں گریجوایشن کا کورس مکمل کرلیا۔اس وقت سے اکتوبر ۱۹۵۴ء تک جب کہ میں نے نیویارک یونیورسٹی کی ''ربی کیش کی کلاس'' میں داخلہ لیا، مجھ پر مکمل طور پر دہریت والحاد کا رنگ چڑھا رہا اور تمام مذاہب میرے نزدیک واہمے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔حتیٰ کہ ایک روز لیکچر کے دوران ربی کیش نے بتایا کہ وہ تمام اخلاقی قدریں جو عالمگیر سطح پر ہر انسان اپنی پیدائش کے ساتھ اختیار کرتا ہے اور ان سے مستفید ہوتا ہے۔''(29)

یعنی کہ کوئی تربیتی اور اخلاقی رجحان مدارس کی ذمہ داری نہیں ہے اگر اخلاقی قدریں اور بامقصد زندگی کے متعلق خود ہی دوڑ دھوپ کرنی پڑتی ہے طلباء کو ایسی فکر فہم شعور نہیں دیا جاتا کہ وہ اپنی محدود سمجھ کے علاوہ بھی کچھ سوچ سکیں یا وہ خود حق و باطل میں تمیز کرنے کی بساط یا صلاحیت حاصل کرسکیں، مریم کہتی ہیں کہ:

''مجھے انگلش گرائمر، فرنچ، لاطینی، یونانی، زبانیں جومیٹری، الجبرا، یورپی اور امریکن تاریخ، بنیادی سائنس، حیاتیات، موسیقی، اور آرٹ، یہ سب سکھایا گیا مگر کسی نے مجھے خدا کی ہستی کے متعلق کچھ نہیں سکھایا۔''(30)

مذہب مغرب میں ہر فرد کا اپنا ذاتی معاملہ ہے زندگی کے دیگر شعبہ جات اور معاملات میں مذہب کے لئے اہل مغرب نے کوئی جگہ نہیں سیکولرازم کے پیروکاروں نے مذہب کو چرچ، گرجا گھروں تک محدود کر کے اپنے لئے خود مشکلات پیدا کر لی ہیں۔مریم رقمطراز ہیں کہ:

''عہدِ حاضر کی لادینیت، قومیت اور مادیت دراصل والٹیر، روسو اور مانٹیسکو جیسے ان فلسفیوں کے نظریات کی مرہونِ منت ہیں جنھوں نے انقلابِ فرانس کی آبیاری کی، یہ لوگ ہر نوع کے مذہب سے سخت بیزار تھے، اس لیے انہوں نے اپنی تحریروں میں اس امر پر خاص زور دیا کہ انسان ترقی ونجات کے سارے مراحل خدا کے بغیر ہی طے کرسکتا ہے۔اس فریب کارانہ تصور نے کہ انسان خدا کا محتاج نہیں، نہ ہی مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی ہوگی، یہ نقطہء نظر عام کیا کہ انسان کا مقصدِ عظیم اسی زندگی میں زیادہ سے زیادہ مادی خوش حالی اور ترقی کا حصول ہے اور بس۔ظاہر ہے اس قسم کے انتہائی زہرناک مذہب دشمن ماحول میں مارکسزم، فاشزم، نازی ازم، پریگماٹزم (جسے جان ڈیوی نے پیش کیا) اور صیہونیت (جس نے

فلسطین کا المیہ جنم دیا) جیسے سانپ بچھو ہی پیدا ہو سکتے تھے۔'' (31)

مغربی ممالک میں بے روزگاری کا یہ عالم ہے۔ کہ پڑھے لکھے لوگ مجبوراً اپنے ساتھ ایک کتبہ لئے پھرتے ہیں جس پر یہ الفاظ لکھے ہوتے ہیں۔ SERVICES ARE REQUIRED جب کہ ظاہری طور پر مغرب کی اقتصادی صورت حال بہت بہتر ہے مریم جمیلہ مغرب کی اصل اقتصادی صورت حال بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ:

> ''اقتصادی ترقی کا نعرہ دراصل مغربی اقتدار کی اشاعت وفروغ کا ذریعہ بن گیا ہے۔ جب کہ اس کا دوسرا مقصد ایشیا اور افریقہ کی دیسی روایات اور ثقافت کو تباہ کرنا ہے۔ بظاہر جہالت کے خاتمے اور فروغِ علم و تعلیم کی ضرورت پر بڑا زور دیا جاتا ہے لیکن مذکورہ سیاق و سباق میں تعلیم کا مطلب خالصتاً مغربی معیارات پر مبنی ایسی جدید سیکولر تعلیم ہے جس میں ٹیکنالوجی پر خصوصی زور دیا جاتا ہو جب کہ سماجی انصاف اور تقسیمِ دولت کے اسلامی نظریات وذرائع مثلاً زکوٰۃ، قوانینِ وراثت، وقف اداروں اور سرمائے پر سود کی حرمت کو قطعی نظر انداز کیا جاتا ہے۔'' (32)

مغربی ممالک کی ہمیشہ سے کوشش رہی ہے کہ ایشیائی ممالک میں کوئی صنعت قائم نہ ہو پائے اگر ایسا ہوا تو مغرب معیشت جلد ہی زوال کا شکار ہو جائے گی مغرب نے ایک عام وطیرہ یہ اپنا رکھا ہے کہ وہ ترقی پزیر ممالک کو قرضے دیتا ہے مگر سود کے ساتھ واپسی کا مطالبہ اس کی اوّلین شرط ہوتی ہے۔

مریم جمیلہ صاحبہ بچپن سے ہی سادہ فطرت کی مالک تھیں، ان کو مغربی لباس کی زرق برق سے شدید نفرت کرتی تھیں مغربی سوسائٹی میں رہتے ہوئے بھی وہ ہمیشہ ایسا لباس زیب تن کرتی تھیں جو جسم کو عریاں کرنے کا باعث نہ ہو۔ مریم صاحبہ مغربی تہذیب میں رائج لباس کے متعلق لکھتی ہیں کہ:

> ''لباس کے یہ نمونے اتنے مکروہ اور نفرت انگیز ہیں کہ قبول کرنا تو کجا شاید میں انہیں پہنتے ہی جاں بحق ہو جاؤں گی۔ امریکہ اور یورپ کے ماہرینِ فیشن ہر وہ طریقہ آزمانے پہ تل گئے جس سے جدید مغربی عورت بازاری رنگ وروپ اختیار کرلے۔ حتیٰ کہ پیشہ ور طوائفیں بھی وہ لچھن اختیار نہیں کرتیں جن میں یہ نام نہاد ''معزز'' خواتین لت پت ہوگئی ہیں۔ آسکر وائلڈ نے درست ہی کہا تھا کہ فیشن ایسی بدصورت چیز ہے کہ اسے ہر چھ ماہ بعد تبدیل ہونا ہی

چاہیے۔لباس کا ایک مقصد شرم وحیا کا پاس بھی ان کا مقصد محض کاروباری قسم کی جنسیت کو نمایاں کرنا ہے۔"(33)

پیغمبر اسلام ﷺ نے مسلمانوں کو صراحت کے ساتھ حیوانوں اور انسانوں کی تصویر کشی اور مجسمہ سازی سے منع فرمایا ہے۔تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ تصویر کشی شرک اور بت پرستی کی طرف پہلا قدم ثابت ہوتی ہے اور بت پرستی کا لازماً یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ کسی چیز کی واقعتاً پرستش شروع کر دی جائے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جب نامور شخصیات اور رہنما حضرات کی تصاویر نمایاں طور پر کمروں میں سجائی جائیں یا تقسیم کی جائیں تو لازماً اس کا نتیجہ ایسی ذہنی غلامی اور"مقدس عقیدت" کی صورت میں برآمد ہوتا ہے جو ان اشخاص کو خدا کے بجائے عظمت وتقدس کے مقام پر بٹھا دیتی ہے اور دل ودماغ غیر محسوس طور پر انہی احساسات کے شکنجے میں الجھتے چلے جاتے ہیں مغربی آرٹ بھی دراصل بت پرستی ہی کی ایک قسم ہے۔مریم جمیلہ رقمطراز ہیں کہ:

"جب روس نے پولینڈ پر قبضہ کیا تو ملک کی بستی بستی قریہ قریہ میں سٹالن کی ہزاروں لاکھوں تصاویر تقسیم کی گئیں۔ جرمن کا بھی یہی انداز تھا۔ نازی فوجی اپنے سینوں پر ہٹلر کی تصویر سجائے رکھتے تھے اور جب زخمی ہو جاتے تھے یا ہسپتال میں زندگی کی آخری سانسیں گن رہے ہوتے تھے تو اس تصویر کو چومتے تھے اور آنکھوں پر رکھتے تھے۔اسی طرح ٹکٹوں اور سکوں پر مختلف رہنماؤں کی جو تصویریں بنائی جاتی ہیں وہ اس امر کی علامت ہوتی ہیں کہ یہ لوگ دنیا میں اختیارِکل کے مالک ہیں۔ چنانچہ سینما کی سکرین پر جب ان کی شبیہیں دکھائی جاتی ہیں تو تماشائیوں پر فرض ہے کہ وہ فوراً اٹھ کر احترام بجالائیں۔ظاہر ہے اگر یہ سب شرک نہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر شرک کس چڑیا کا نام ہے۔"(34)

مغربی معاشرہ اور ذات پات کی تفریق:

اسلام میں کسی رئیس، کسی دینی رہنماء کسی خاندان یا دولت مند آدمی کے لیے کوئی خاص امتیاز نہیں ہے۔اور نا ہی کسی گورے کو کالے پر کسی کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل ہے فقط تقوی کی بنیاد پر،اسلامی تہذیب میں عزت کا معیار دولت، رنگ نسل، خاندان، ذات پات، یا امیر غریب ہونا نہیں ہے بلکہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت اور تقریم کے قابل وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار اللہ کا خوف کرنے والا اور متقی ہو جبکہ مغربی تہذیب کا معاملہ اس کے بالکل الٹ ہے کہ سیاہ فام لوگوں کو بنیادی ضروریات زندگی بھی میسر نہیں ہے اور آج بھی مغربی تہذیب میں

سیاہ فام اس وقت تک سفید فاموں کے علاقے میں نہیں جا سکتے جب تک ان سفید فاموں کو ان کی اشد ضرورت نہ پڑے۔ سفید فام جب چاہتے ہیں ان سیاہ فاموں سے محنت ومشقت اور بیگار لیتے ہیں اور کام ختم ہوتے ہی انہیں سفید فام زمینداروں کے ٹھکانوں سے دور اپنے علاقوں میں، اپنی جھونپڑیوں کی طرف بھاگنا پڑتا ہے اور انہیں ان کے کام کی اجرت بہت ہی کم دی جاتی ہے مغرب میں سیاہ فاموں کے لیے ایسی رہائش گاہیں ہوتی ہیں جو سردیوں میں سرد اور گرمیوں میں گرم ہوتی ہیں مریم جمیلہ لکھتی ہیں کہ مغرب میں اکثر لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ:

''سفید فام لوگ سیاہ فام لوگوں سے جسمانی اور ذہنی لحاظ سے زیادہ برتر ہیں۔''(35)

حاکم وقت کو بھی اجازت نہیں کہ وہ اللہ کے احکامات کے علاوہ کوئی بھی قدم اٹھائے یا وہ کسی فیصلے کے دوران بے انصافی اور طریق عدالت وانصاف کا منحرف ہو اور لوگوں کو اپنا دین اختیار کرنے پر مجبور کرے ہمارے خلفاء حکمران کی زندہ مثالیں موجود ہیں کہ انہوں نے اپنے ذاتی نقصان کے باوجود ہمیشہ عدل کا اعلیٰ معیار قائم کیا اسی وجہ سے آج بھی اسلامی تہذیب دینی اساسات پر ہی قائم ہے مریم جمیلہ ایک آئیڈیل سوسائٹی کا خوبصورت نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتی ہیں کہ:

''اگر اس دنیا میں اسلام کے زیر اثر معاملات طے کئے جائیں تو دنیا کس قدر مثالی بن جائے گی، جب غریب اور کمزور لوگوں کو ضروریات زندگی میسر آئے گی جب کسی مینٹل ہاسٹل اور اولڈ ہومز کی ضرورت باقی نہیں رہے گی جب لوگ دنیاوی معاملات میں ظلم زیادتی کی بجائے رواداری اور رحمدلی سے کام لیں گے۔''(36)

خلاصہ بحث:

مریم جمیلہ نے نہ صرف اسلام کے خلاف ہونے والی تنقید اور اعتراضات کے بھی جوابات دیئے بلکہ مغربی تہذیب اور ان کے فرسودہ عقائد کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور دنیا پر یہ واضح کرنا چاہا ہے کہ جو تہذیبیں ایمان اور مذہب کے بغیر وجود میں آتی ہیں وہ بس نامیاتی Phenomoenon Organic طور پر ہی زندہ رہتی ہیں یعنی پیدائش، ترقی، عروج، ظاہری خوبصورتی اندورنی تناؤ، ٹکراؤ اور پھر موت اس مقابلے میں وہ قومیں جو کسی اخلاقی عقیدے یا روحانی اقدار پر ہوتی ہیں ان کے ہاں زندگی یا احیاء کا پہلو ہمیشہ قائم رہتا ہے کا ذکر بھی موجود ہے۔

درحقیقت مریم کا شمار ان متلاشیان حق میں ہوتا ہے، جنہوں نے حق راست کی تلاش میں اپنی زندگیوں کو یکسر بدل ڈالا، اللہ کی خاطر ہجرت کی عزیز وا قارب احباب، اور پر آسائش طرز زندگی کو خیر باد کہا قرآن پاک میں

ارشاد ہوتا ہے کہ:

''وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ''(37)

''اللہ تمہارے علاوہ اور لوگوں کو لے آئے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے۔''

قرآن کی یہ آیات ان نومسلم لوگوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جنہوں نے اسلام کو سمجھنے پر کھنے کے بعد لبیک کہا اور پھر تمام عمر اسلام کی دعوت دینے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں گزار دی اس آیت کے پیش نظر مریم کا غازیانہ کردار ،مغربی نظریات اور تہذیب پر تنقید، اسلام اور مسلمانوں کا دفاع اور تصنیفی خدمات انتہائی قابل ستائش ہیں۔

حوالہ جات

-1 مریم جمیلہ، Memories of child hood and youth in America1945.1962,Quest of the Truth حق کی تلاش، مترجم مسز سعدیہ گوہر ملک عباس اختر اعوان منتظم مکتبہ خواتین میگزین لاہور، اے این اے پرنٹر لاہور ص 148 تا 149

-2 مریم جمیلہ، Correspondence Between Maulana Maudoodi And Marym jmeelah مولانا مودودیؒ اور محترمہ جمیلہ کی مراسلت ، مترجم: ڈاکٹر عبدالغنی فاروق، سابق صدر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج آف سائنس وحدت روڈ لاہور ص119

-3 ایضاً، ص124

-4 ایضاً، ص126

-5 ایضاً، ص8

-6 مریم جمیلہ، Memories of child hood and youth in America. 1945.1962 ،Quest of the Truth حق کی تلاش، مترجم: مسز سعدیہ گوہر، مکتبہ خواتین میگزین لاہور۔ ص 134

7. Maryam Jamilah, At Home in Pakistan Muhammad Yousaf &Sons Lahore,1990 p:22

-8 مولانا مودودیؒ اور محترمہ جمیلہ کی مراسلت، مترجم: ڈاکٹر عبدالغنی فاروق، سابق صدر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج آف سائنس لاہور ص76

9. Marym jamilah, Islam Versus the west, Muhammad Yusuf & Sons, Lahore,1984 P:1

10. Maryam Jamilah, Islam and orientalism,published by: Muhammad Yusuf & sons,Lahore,1990 P:17

11۔ النحل 125:16

12۔ مریم جمیلہ، جدید ماؤں کے چند فرائض، مترجم: بنت مجتبیٰ منہا ' بتول '، ۴۔اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور جنوری 1969، ص 47 تا 48

13- مریم جمیلہ، اسلام اور طہارت و صفائی، مترجم: بنت مجتبیٰ منہا ' بتول '، ۴۔اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور، جولائی 1966 ص 16

14- مریم جمیلہ، اسلام نظریہ ایک تحریک، ص 20

15۔ مریم جمیلہ، اسلام اور طہارت وصفائی، ص 18

16- مریم جمیلہ، مسلم معاشرے میں عورت کردار، مترجم: بنت مجتبیٰ منہا '' بتول ''، ۴۔اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور، ستمبر 1964ء، ص 13

17- مریم جمیلہ، '' بتول '' لاہور، مترجم: بنت مجتبیٰ منہا ۴۔اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور، ستمبر 1964ء ص 14

18۔ مریم جمیلہ، مسلم معاشرے میں عورت کردار، ص 15

19- مولانا مودودیؒ اور محترمہ جمیلہ کی مراسلت، ص 16 تا 17

20. Maryam jamilah, Islam and modern man, Muhammad Yusuf & Sons, Lahore,1980 P:15

21- مریم جمیلہ، منزل کی تلاش '' بتول '، مترجم: بنت مجتبیٰ منہا ۴۔اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور، نومبر 1970 ص 23

22- مریم جمیلہ، Islam in Theory and Practice اسلام نظریہ ایک تحریک، مترجم آبادشاہ پوری، ص 41

23- مریم جمیلہ، دنیائے اسلام کی با اثر شخصیات، مترجم: بنت مجتبیٰ منہا '' بتول '' ۴۔اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور، نومبر 1967ء ص 21

24- مریم جمیلہ، اسلام اور طہارت و صفائی، مترجم: بنت مجتبیٰ منہا ' بتول '' ۴۔اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور، نومبر 1966 ص 22

25- مریم جمیلہ، منزل کی تلاش میں مترجم مجتبیٰ منہا، ماہنامہ '' بتول '' ۴۔اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور، نومبر 1970 ص 18

26. Maryam jamilah, Islam and modern man, Muhammad Yusuf Khan& Sons, Lahore, 1980 P:15

27۔ مریم جمیلہ،منزل کی تلاش میں مترجم مجتبی منہا، ماہ ماہنامہ بتول،۴۔اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور، نومبر 1970 ص 18

-28 مریم جمیلہ، جدید ماؤں کے چند فرائض، مترجم: بنت مجتبیٰ منہا ''بتول ،۴۔اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور، جنوری1969ء،ص15 تا16

-29 مولانا مودودیؒ اور محترمہ جمیلہ کی مراسلت،ص22

-30 مریم جمیلہ، Quest of the Truth child hood and youth in 1945.1962 Memories of America حق کی تلاش،ص69

-31 مولانا مودودیؒ اور محترمہ جمیلہ کی مراسلت،ص10

-32 ایضاً،ص41

33۔ ایضاً،ص30

-34 مولانا مودودیؒ اور محترمہ جمیلہ کی مراسلت،ص81 تا82

-35 مریم جمیلہ، Quest of the Truth child hood and youth in 1945.1962) (Memories of America حق کی تلاش،ص145

-36 ایضاً،ص77

-37 محمد 38:47